ڈاکٹر طیب منیر

چراغ حسن حسرت کا ایک نادر روزگار غیر مطبوعہ قطعہ اور اس کا پس منظر

مولانا چراغ حسن حسرت (1904ء۔1955ء) فوج کے محکمہ تعلقات عامہ میں جانے سے پہلے زندگی کے کئی ہفت خواں طے کر کے ادب وصحافت کی دنیا میں مشہور ہو چکے تھے۔ دور کلکتہ (1925ء) میں عصر جدید' نئی دنیا' جمہور' استقلال اور پیغام وغیرہ میں کام کرنے کے علاوہ اپنا ادبی رسالہ 'آفتاب' بھی طلوع وغروب کی منزلوں تک لے جا چکے تھے۔ لاہور میں زمیندار' احسان' شہباز' انصاف جیسے اخبارات اور پھول وتہذیب نسواں جیسے سیرت ساز رسائل میں کام کرنے کے بعد اپنا مشہور فکاہی ہفتہ روزہ ''شیرازہ'' بھی نکال چکے تھے۔ حسرت کی معروف کتابیں مردم دیدہ' مطائبات' اور' جدید جغرافیہ پنجاب' شائع ہو کر ادب وسیاست کی دنیا میں ہلچل پیدا کر چکی تھیں۔ آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت بھی کسی حد تک بھگتا چکے تھے کہ 1943ء میں فوجی اخبار کے ایڈیٹر مقرر ہو کر باقاعدہ وردی پوش ہو گئے۔ حسرت دلی میں فوجی زندگی کے خوش کن شب وروز میں مبتلا تھے کہ ایک دلچسپ صورت حال رونما ہوئی۔ ایک روز بیٹھے بٹھائے محکمے کی طرف سے کلکتہ جانے کا حکم ملا۔ 1944ء میں 14 آرمی کے لیے کلکتہ سے 'جوان' اخبار شائع ہو چکا تھا اس کے ایڈیٹر بیمار ہو گئے تو حسرت کو وہاں جانے کا آرڈر تھما دیا گیا وہ بہت گھبرائے اور اس تگ ودو میں جت گئے کہ کسی طرح یہ تبادلہ رک جائے اور کلکتہ جانا ملتوی ہو جائے۔ دوران جنگ میں اس قسم کی کوشش بارآور نہیں ہوتی لہٰذا بامر مجبوری ان کو کلکتے جانا پڑا۔ وہاں جا کر بھی حسرت نے دلی واپس آنے کے لیے کوشش جاری رکھی' چوں کہ حسرت کی شدید خواہش تھی اور محکمہ کے لوگ بھی ان کا احترام کرتے تھے اس لیے دو ماہ بعد ان کی واپسی کا حکم صادر ہو گیا۔ اب یہ الجھن آن پڑی کہ اس پخت وپز میں حسرت کا دل کلکتے کی رنگینیوں کا اسیر ہو چکا تھا (۱)۔ اور اب وہ واپس نہیں آنا چاہتے تھے لیکن اب وہاں ان کا ٹھہرنا مشکل تھا کیوں کہ ان کی جگہ مسعود احمد (۲) نے آ کر کام شروع کر دیا تھا۔ لہٰذا حسرت کو دلی واپس آنا پڑا۔ واپس آ کر انہوں نے کلکتے

Scanned by CamScanner

کر دیا۔ بقول فیض احمد فیض دفتر میں رہائش گاہ پر صرف یہی ذکر رہتا کہ مجھے کلکتے جانے کا تقاضا شروع کر دیا۔ آخر فیض اور کچھ دوستوں نے مل کر ایک اسکیم بنائی کہ کلکتے سے ایک روزانہ اخبار نکالا جائے جس کی ادارت حسرت کے سپرد ہو۔ اس بہانے حسرت کلکتے چلے جائیں۔ یہ سکیم بنی اور منظور ہوئی شومئی قسمت سے نئے ڈپٹی ڈائریکٹر کرنل مجید ملک (۳) نے آتے ہی اس اسکیم کو ختم کر دیا کہ وہاں اس قسم کے اخبار کی ضرورت نہیں۔ فیض صاحب بیان کرتے ہیں:

''اب حسرت صاحب نہایت بے چین ہوئے۔ انہیں دن رات کلکتے کے خواب آتے تھے انہوں نے مجبور ہو کر مجید ملک کی شان میں فارسی زبان میں ایک قصیدہ لکھا۔ افسوس ہے مجھے اس کے اشعار یاد نہیں رہے لیکن اتنا یاد ہے وہ بڑے استادانہ رنگ کا قصیدہ تھا اور اس میں تشبیب اور گریز کے بعد اپنے ممدوح سے یہ کہا گیا تھا کہ مجھے کلکتے بھیج دیا جائے تا کہ ع ''ہم رنگ دوستاں باشم'' کچھ اسی قسم کا اسی ردیف وقافیے میں قصیدہ تھا اور اس کے آخر میں یہ کہا گیا تھا اگر آپ مجھے کلکتہ واپس نہیں بھیج سکتے تو پھر مجھے ملازمت سے جواب دے دیجیے تا کہ میں اپنے وطن واپس چلا جاؤں۔

ع ''دہ خداوند و مرزیاں باشم''

حسرت صاحب نے یہ قصیدہ ایک اچھے خوش نویس سے لکھوا کر کرنل مجید ملک کو پیش کیا لیکن کرنل مجید پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں اب کے دہلی گیا تو قصیدہ کرنل مجید کے ہاں انگھیٹی پر رکھا تھا۔ میں نے ملک صاحب سے کہا بھئی! پہلے زمانے میں اگر کوئی ایسا قصیدہ لکھتا تو ممدوح قصیدہ لکھنے والے کو سارا بنگال بخش دیتا لیکن آپ نے بے چارے حسرت کو کلکتہ تبدیل تک نہ کیا۔ کرنل مجید نے کہا'' بھائی ایک غیر ضروری اور نا معقول بات کس طرح مان لی جاتی''۔

دوسرے روز میری ملاقات حسرت صاحب سے ہوئی میں نے باتوں باتوں میں قصیدے کا ذکر چھیڑا اور افسوس ظاہر کیا کہ اتنا اچھا قصیدہ لکھنے پر بھی کرنل مجید پر کوئی اثر نہ ہوا' اور آپ کی امید بر نہ آئی۔ حسرت صاحب نے کہا'' تو کوئی بات نہیں قصیدہ مقبول نہیں ہوا تو اب ہم نے ہجو لکھنی شروع کر دی ہے اور مطلع تو ہو بھی گیا''۔ پھر انہوں نے بھری مجلس میں مطلع سنا دیا۔

جرمنی بھی ختم، اس کے ساتھ جاپانی بھی ختم
تیری کرنیلی بھی ختم اور میری پاکستانی بھی ختم-4

Scanned by CamScanner

فیض صاحب کی محولہ بالا گفتگو میں قصیدے کے جن دو مصرعوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں اول الذکر مصرع زمانی بُعد کی بنا پر انہیں یاد نہیں رہا۔ قصیدہ چونکہ غیر مطبوعہ تھا اس لیے باقی اشعار کے بارے میں کوئی اطلاع یا اتا پتا نہ مل سکا۔ اس قصیدے کو لکھے ہوئے بھی ساٹھ سال سے اوپر کا عرصہ ہو چکا تھا۔ راقم الحروف نے چراغ حسن حسرت پر جب تحقیقی کام شروع کیا تو یہ قصیدہ اپنی اصلی صورت میں دستیاب ہو گیا۔(5)

کسی کھوئی ہوئی قیمتی چیز کو پا کر انسان جن لطیف قلبی کیفیات سے دوچار ہوتا ہے اس قطعے کی بازیافت پر میری بھی یہی حالت رہی ہے۔ ایک تو یہ فن پارہ ایک بڑی علمی و ادبی شخصیت کا شہ کار تھا، دوسرے اس قصے سے ادبیاتِ اردو کی ایسی شخصیتوں کا تعلق بنتا تھا جو بذاتِ خود بڑی معروف اور معتبر تھیں جیسے فیض احمد فیض، مجید ملک، سید ضمیر جعفری اور کرنل مسعود وغیرہ۔

اس قطعے کو ممدوح کے ہاں جب پذیرائی نہ ملی تو انہوں نے ہجو کا آغاز کر دیا تھا' جس کا ایک شعر اوپر درج کیا گیا ہے گمان اغلب ہے کہ حسرت نے صرف ایک شعر ہی پر اکتفا کر لیا ہوگا۔ جو ان کے احباب کے حافظوں میں محفوظ رہ گیا۔ ہجو یہ اشعار اگر زیادہ تعداد میں ہوتے تو یقیناً کسی نہ کسی معاصر کے ذہن میں زندہ و باقی رہ جاتے۔ حسرت صاحب کے قریبی دوستوں سید ضمیر جعفری' کرنل مسعود احمد کی زبان سے صرف درج بالا شعر ہی سننے کا اتفاق ہوتا رہا۔

1944ء میں لکھے جانے والے قطعے کو ترجمے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

قطعہ اگلے صفحے پر ملاحظہ کیجیے۔

Scanned by CamScanner

قطعہ ①

۱- من نیم آں کہ ہرزہ بشتابم — یعنی در بندِ این و آں باشم
۲- من نیم آں کہ پیشِ شاہ و وزیر — مدحِ سنج و قصیدہ خواں باشم
۳- خلق می داند و تو دانی ہم — من زخیلِ قلندراں باشم
۴- دیدہ ام جلوۂ بہاراں ہم — من کہ ہم طالعِ خزاں باشم
۵- کارواں برفت و من اکنوں — صورتِ گردِ کارواں باشم
۶- بزمِ مہتاب بزمِ خواجہ و من — سینہ افگار چوں کتاں باشم
۷- دست بر سینہ اشک در دیدہ — تا یکے پیشِ ناکساں باشم
۸- تا یکے در خرابۂ دہلی — با دلِ چاک و خوں فشاں باشم
۹- ہمگناں را چرا برنجانم — بر دلِ شاں چرا گراں باشم
۱۰- عاشقی پیشہ شاعرے ہستم — سزدارے پیشِ نیکواں باشم
۱۱- امر فرما کہ سوئے کلکتہ — منِ آتش بجاں رواں باشم
۱۲- درِ مقصودِ خویش دریابم — یعنی با یارِ مہرباں باشم
۱۳- زیرِ زلفش دمے بیاسایم — ایمن از جورِ آسماں باشم
۱۴- سمتِ لاہور یا مرا الفرصت — باز تا پیشِ دوستاں باشم
۱۵- شہرِ لاہور کالبد باشد — بندہ آں را بسانِ جاں باشم
۱۶- سخن از جام و ساتگیں گویم — فارغ از شورشِ جہاں باشم
۱۷- مے خورم مہرِ نیکواں ورزم — از غمِ دہر برکراں باشم
۱۸- یا بہ ویرانۂ رومم کال را — دہ خداوند و مرزباں باشم
۱۹- چرخ گر سرگراں شود از من — من ہم از چرخ سرگراں باشم
۲۰- از تو امر و متابعت از من — تو بریں باش من براں باشم

① ۱۹۲۲ء، دہلی (غیر مطبوعہ)

ترجمہ

(۱) میں ایسی فضول اور بیہودہ بھاگ دوڑ کرنے والا نہیں ہوں کہ کبھی اس سے وابستہ ہو جاؤں اور کبھی اس کے چکر میں پڑ جاؤں۔

(۲) میں وہ بھی نہیں ہوں جو کسی وزیر یا کسی بادشاہ کی مدح خوانی کروں اور ان کے حضور میں قصیدے پڑھتا رہوں۔

(۳) دنیا جانتی ہے اور تجھے بھی علم ہے کہ میرا تعلق قلندروں کے گروہ سے ہے۔

(۴) میں اگرچہ خزاں کا ہم نصیب ہوں، لیکن بہار کے جلوے دیکھ چکا ہوں۔

(۵) میرا کارواں گزر چکا ہے اور میں اب گردِ کارواں کی صورت ہوں۔

(۶) میرے آقا کی بزم، بزمِ مہتاب کی مانند ہے اور میرا سینہ جامۂ کتاں کی طرح زخم زخم ہے۔

(۷) میں کب تک نااہلوں کے سامنے اس طرح کھڑا رہوں کہ ہاتھ سینے پر دھرے ہوں اور آنکھ سے آنسو رواں ہوں۔

(۸) کب تک میں دل چاک و خوں افشاں کے ساتھ دہلی کے خرابے میں پڑا رہوں۔

(۹) آخر کب تک میں سب کا دل دکھاتا رہوں اور ان پر بوجھ بنا رہوں۔

(۱۰) میں ایک شاعر ہوں عاشقی میرا پیشہ ہے۔ میرے لیے مناسب یہی ہے کہ حسینوں کے آس پاس رہوں۔

(۱۱) آپ از راہ کرم مجھ آتش بجاں کے لیے کلکتے کی روانگی کا فرمان جاری کر دیں۔

(۱۲) تاکہ مجھے اپنا گوہرِ مقصود مل جائے، یعنی اپنے یارِ مہربان کے پاس پہنچ جاؤں۔

(۱۳) میں اس کی زلفوں کے سائے میں کچھ دیر ستالوں اور آسماں کے ستم سے محفوظ ہو جاؤں۔

(۱۴) یا پھر مجھے لاہور کی طرف بھیج دیجیے تاکہ مجھے صحبتِ احباب نصیب ہو جائے۔

(۱۵) لاہور ایک جسم ہے اور یہ فدوی اس کی روح کی مانند ہے۔

(۱۶) وہاں پہنچ کر میں جام و مینا کے تذکرے چھیڑوں اور دنیا کی شورشوں سے فارغ ہو جاؤں

(۱۷) شغلِ مے نوشی کروں، حسینوں سے محبت کروں اور غمِ دہر سے دور ہو جاؤں۔

(۱۸) یا پھر مجھے کسی ویرانے میں بھیج دیجیے جہاں پر میں زمیندار و نگہدار بن جاؤں۔

(۱۹) آسمان اگر مجھ سے آزردہ خاطر ہو جائے تو میں بھی اس کی رنجیدگی کو خاطر میں نہ لاؤں۔

Scanned by CamScanner

(۲۰) آپ کا منصب حکم دینا ہے اور میرا کام اطاعت بجالانا ہے آپ اپنا کام کیے جائیں اور میں اپنا فرض ادا کیے جاؤں۔

حواشی

(۱) چراغ حسن حسرت 1925ء میں شباب کا کچھ زمانہ کلکتے میں بسر کر چکے تھے اب ایک زمانے کے بعد انہیں دوبارہ کلکتے جانے کا موقع ملا تو پرانی یادوں نے قلب و ذہن پر یلغار کر دی ہوگی۔

(۲) کرنل مسعود احمد 1914ء میں کولوتارڑ (حافظ آباد) میں پیدا ہوئے۔ 1966ء میں ڈائریکٹر ا... سروسز پبلک ریلیشنز کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے "قلم اور کوڑے" اخباری کالموں کا مجمو... شائع ہوا۔ 1968ء سے ROVING EYE کے عنوان سے 'مسلم' میں کالم لکھتے رہے۔ سنگاپور میں چراغ حسن حسرت کے ساتھ 'جوان' کی ادارت میں شامل رہے۔ 1998ء میں اسلام آباد میں وفات پائی۔

(۳) کرنل مجید ملک انگریزی زبان کے صحافی تھے۔ 1934ء میں عبدالرحمٰن چغتائی کے ساتھ مل کر ادبی رسالے 'کارواں' کا دوسرا شمارہ مرتب کیا۔ 1945ء میں ڈراموں کی ایک کتاب 'جواب' کے نام سے شائع ہوئی۔ شعر بھی کہتے تھے۔ فوج کے محکمہ تعلقات عامہ سے منسلک رہے۔ 1976ء میں وفات پائی۔

(۴) "جانا حسرت مرحوم کا کلکتے اور واپسی" از محمد فاضل، روزنامہ تعمیر راولپنڈی، 9 جولائی 1955ء

(۵) اس قطعے کی دستیابی کے لیے راقم جناب مشفق خواجہ اور جناب ڈاکٹر آفتاب احمد کا شکر گزار ہے۔

Scanned by CamScanner